

رسائل و مسائل

چند جدید لحدانہ نظریات کا علمی جائزہ

سوال۔ میرے ایک عزیز جو ایک اونچے سرکاری منصب پر فائز ہیں، کسی زمانے میں پکے دیندار اور پابند صوم و صلوة ہوا کرتے تھے، لیکن اب کچھ کتابیں پڑھ کر لاندہب ہو گئے ہیں۔ ان کے نظریات یکسر بدل چکے ہیں۔ ان نظریات کی تبلیغ سے بھی وہ باز نہیں آتے۔ میں ان کے مقابل میں اسلامی احکام و تعلیمات کی مدافعت کی پوری کوشش کر رہا ہوں لیکن اپنی کم علمی کی وجہ سے ان کا مدلل جواب دینا میرے بس میں نہیں ہے۔ اس لئے آپ سے گزارش ہے میری مدد فرمائیں۔ ان کے موٹے موٹے نظریات درج ذیل ہیں:

۱۔ خدا کو وہ قادرِ مطلق اور اس جہان کا پیدا کرنے والا تو مانتے ہیں، مگر ان کے نزدیک جہان کو خدا نے بنا کر جھوڑ دیا ہے، اور اب یہاں جو کچھ بھی ہو رہا ہے آپ سے آپ (AUTOMATIC) ہو رہا ہے۔

۲۔ رسول کو وہ ایک مصلح (ریفارمر) سے زیادہ درجہ دینے کے لیے تیار نہیں۔ البتہ انہیں وہ نیک اور غیر معمولی قابلیت کا انسان بھی سمجھتے ہیں۔

۳۔ قرآن شریف کو وہ (معاذ اللہ) رسول خدا کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ اسکی بہت سی باتوں کو اس وجہ سے ناقابلِ عمل سمجھتے ہیں کہ وہ صرف اُس وقت کے لیے تھیں، جب قرآن نازل ہوا۔

۴۔ عبادات، نماز، روزہ وغیرہ کو صرف بُرائی سے بچنے کا بہترین ذریعہ اور معاشرے کو صحیح ڈگری پر چلانے کا آلہ سمجھتے ہیں۔

۵۔ نظریہ شیطان ان کے خیال میں خدا کے واسطے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ خدا تو نیکی کی توفیق دیتا ہے اور شیطان بُرائی کی طرف کھینچتا ہے۔ اور بظاہر تو عام طور پر شیطان کی جیت ہوتی ہے۔

۶۔ چار شادیوں، غلام رکھنے اور قربانی کو اخذ قرار دیتے ہیں۔

امید ہے کہ آپ کچھ وقت نکال کر ان باتوں کا مختصر جواب دیں گے اور ان کتابوں کے نام جہاں سے میں ان کی تسلی کر سکوں ورج فرما کر ممنون کریں گے۔

جواب

سُبْحَہ آپ کے عزیز عہدے دار کے خیالات معلوم کر کے بڑا افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے، اور آپ کو ان کے اثر سے محفوظ رکھے۔ اگر آپ نے میری کتابوں کا مطالعہ کیا ہو تا تو آپ ان کی سب باتوں کا جواب بڑی اچھی طرح دے سکتے تھے۔ اب بھی میں آپ کو مطالعہ کر کے میار رہنے کا مشورہ دوں گا۔ کیونکہ خط و کتابت میں اتنے بڑے بڑے مسائل کو سمجھنا بڑا مشکل ہے۔

مختصر آئیں ان باتوں کا جواب دیتا ہوں جو آپ نے پوچھی ہیں:

(۱) سب سے پہلی بات یہ ہے کہ جس شخص کی قوتِ فکر ماؤف نہ ہو وہ کسی یہ تصور نہیں کر سکتا

کہ کوئی قانون اور نظم (LAW AND ORDER) کسی نافذ کرنے والے اقتدار (AUTHORITY) کے بغیر بھی نافذ ہو سکتا اور جاری رہ سکتا ہے۔ کائنات میں قانون اور نظم موجود ہے، اس کا انکار تو کسی طرح کیا ہی نہیں جاسکتا۔ اب کیا عقل یہ باور کر سکتی ہے۔ کہ اتنے بڑے لامحدود پیمانے پر لامحدود مدت تک یہ قانون اور نظم کسی اقتدار کے بغیر ہی چل رہا ہے؟ کوئی غیر متعصب عقل تو اسے باور نہیں کر سکتی۔ مگر دو باتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے اچھے خاصے ہوشمند انسان اس نادانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ ان کی فکر و نظر کا ظرف بہت تنگ ہے جس کے باعث وہ اس عظیم الشان اقتدار کے تصور کرنے سے عاجز رہ جاتے ہیں جو اتنی بڑی کائنات میں نظم اور قانون کو ازل سے

ابد تک چلا رہا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ اس کو ماننا چاہتے ہی نہیں ہیں، کیونکہ اس کو مان لینے کے بعد ان کے لیے دنیا میں ممانی کرنے کی آزادی باقی نہیں رہتی۔

یہ تو خدا کے متعلق ان کے تصور کی غلطی ہے۔ لیکن جو حضرات اس طرح کی باتیں کرتے ہیں ان سے عرض کیجئے کہ اتنے بڑے بڑے مسائل پر سوچنے اور اظہار رائے کرنے والے آدمیوں کو کم از کم ایماندار (HONEST) تو ہونا چاہیے۔ آپ لوگ اس صفت سے بھی خالی ہیں۔ آپ خدا اور رسول اور قرآن کے متعلق جو باتیں کرتے ہیں وہ اسلام کے بالکل خلاف ہیں، مگر اس کے باوجود آپ مسلمان بننے پھرتے ہیں اور مسلم معاشرے کو دھوکا دینے میں آپ کوئی تامل نہیں کرتے۔ اگر آپ ایماندار ہوتے تو جس وقت آپ نے یہ آراء قائم کی تھیں اسی وقت اسلام سے اپنی علاحدگی کا اعلان کر دیتے اور اپنے نام بھی تبدیل کر لیتے تاکہ مسلم معاشرہ آپ سے دھوکا کھا کر آپ کے ساتھ اپنے وہ معاملات جاری نہ رکھتا جو وہ کسی غیر مسلم کے ساتھ رکھنا پسند نہیں کرتا۔ اس صریح جعل سازی اور فریب کے بعد آپ کی کسی رائے کو وہ وقعت دینا جو صرف ایماندار اور مخلص آدمیوں کی آراء ہی کو دتی جاسکتی ہے، ہمارے لیے سخت مشکل ہے۔

(۲) رسول کے بارے میں ان کے خیالات متضاد ہیں۔ ایک طرف وہ رسول کو نیک آدمی بھی کہتے ہیں، جس سے لازم آتا ہے کہ وہ اس کو سچا آدمی بھی مانیں (الایہ کہ ان کے نزدیک کوئی جھوٹا آدمی بھی نیک ہو سکتا ہو) اور دوسری طرف وہ رسول کے اس دعویٰ کو جھوٹ بھی قرار دیتے ہیں کہ وہ محض ریفارمر نہیں ہے بلکہ خدا کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ ایک صحیح العقل آدمی ان دونوں باتوں کو جمع نہیں کر سکتا۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس سال تک اپنی زندگی کا ہر لمحہ اپنے مخالفین کے مقابلہ میں ایک ایسی جدوجہد (STRUGGLE) کرتے ہوئے گزارا ہے جس کی بنیاد یہی تھی کہ آپ اپنی رسالت کے مدعی تھے اور آپ کے مخالفین اسی بات کو نہ ماننا چاہتے تھے۔ اب ایک شخص کے لیے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دو ہی رویے اختیار کرنا معقول ہو سکتا ہے۔ ایک یہ کہ اگر وہ ان کو سچا آدمی سمجھتا ہے تو ان کو رسول مانے۔ دوسرے یہ کہ وہ اگر ان کو رسول نہیں مانتا تو معاذ اللہ انہیں بدترین جھوٹ اور فریب کا مرتکب خیال کرے۔

ان دونوں باتوں کے درمیان ایک تیسری راہ اختیار کرنا اور کہنا کہ وہ سچے آدمی بھی تھے اور رسول بھی نہ تھے، سراسر غیر معقول بات ہے۔

اس کے جواب میں ایسے لوگوں کی جتنی زیادہ زیادہ دو باتیں کہی جاسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض اصلاح کی خاطر رسالت کا دعویٰ کر دیا تاکہ وہ خدا کے نام سے وہ احکام تسلیم کرا سکیں جو وہ اپنے نام سے پیش کر کے نہ متوا سکتے تھے۔ دوسرے یہ کہ وہ اپنے اس دعوے میں مخلص تو تھے مگر حقیقت میں رسول نہ تھے بلکہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے کہ وہ رسول ہیں۔ ان میں سے پہلی بات جو شخص کہتا ہے وہ میرے نزدیک اخلاقی حیثیت سے بڑا خطرناک آدمی ہے جس سے ہر شریف انسان کو ہوشیار رہنا چاہیے۔ اس لیے کہ اگر ہم اس کے اس خیال کا تجزیہ کریں تو صریحاً یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کے نزدیک نیک مقصد کے لیے برا طریق کار اختیار کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ قابل وقعت (RESPECTABLE) بھی ہے۔ اسی وجہ سے وہ ایسے آدمی کو مصلح اور نیک آدمی سمجھتا ہے جس نے اس کے خیال میں محض اصلاح کرنے کے لیے (نعمود باللہ) دعوئے رسالت جیسا عظیم الشان فریب گھڑ لیا تھا۔ اس طرح کے گھٹیا نظریات رکھنے والے آدمی سے کچھ بعید نہیں ہے کہ کل وہ کسی اچھے مقصد کے لیے جس کو وہ اچھا سمجھتا ہو، کسی کے ہاں چوری کر ڈالے، یا کوئی جعلی دستاویز بنالے، یا اور کسی گھناؤنے اخلاقی جرم کا مرتکب ہو جائے۔ کیونکہ جب اس کے نزدیک ایک فریبی اس بناء پر نیک اور مصلح ہو سکتا ہے کہ اس نے اصلاح کے لیے فریب کاری کی ہے، تو آخر وہ خود اچھے مقاصد کے لیے جرائم کرنے سے کب باز رہ سکتا ہے۔

دوسری بات جو شخص کہتا ہے وہ عقلی حیثیت سے اتنا ہی پست ہے جتنا اوپر والی بات کہنے والا اخلاقی حیثیت پست ہے۔ زیادہ سے زیادہ رعایت (ALLOWANCE) دیتے ہوئے ایسے شخص کے متعلق جو کچھ ہم کہہ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ شخص بہت بڑے مسائل پر بہت کم سوچ کر اظہار رائے کر دینے کا مریض ہے۔ اس لیے کہ اگر وہ اس کم عقلی میں مبتلا نہ ہوتا تو کبھی اس بات کو ممکن خیال نہ کرتا کہ ایک شخص اتنا عقیل و فہیم بھی ہو کہ اسے تاریخ انسانی کے بلند ترین اور کامیاب ترین لیڈروں میں

شمار کرنے سے اس کے مخالفین بھی انکار نہ کر سکیں، اور دوسری طرف وہ اپنے بارے میں ۲۳ سال تک مسلسل اتنی بڑی غلط فہمی میں مبتلا رہے اور اپنا سارا کام اسی غلط فہمی کی بنیاد پر چلاتا رہے، بلکہ آئے دن قرآن کی پوری پوری سورتیں خود تصنیف کر کر کے دنیا کو سناتا رہے اور پھر بھی وہ اس غلط فہمی میں پڑا ہوا ہو کہ یہ سورتیں میرے اور پر خدا کی طرف سے نازل ہو رہی ہیں۔ میرے نزدیک تو اس بات کو ممکن اور معقول سمجھنے والے آدمی کی اپنی عقل ہی مشتبہ ہے۔ اس کی عقل درست ہوتی تو وہ خود جان لیتا کہ اس طرح کی غلط فہمی صرف مجنون آدمیوں کو لاحق ہوا کرتی ہے، اور کسی مجنون آدمی سے وہ کمال درجہ کے مدبرانہ اور حکیمانہ کارنامے صادر نہیں ہو سکتے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوئے ہیں۔

(۳) قرآن کے متعلق ان کے جو خیالات آپ نے نقل کیے ہیں ان کے بارے میں بھی میری وہی رائے ہے جو میں نے اوپر عرض کی ہے کہ وہ کسی چیز سے پوری واقفیت بہم پہنچائے بغیر اور اس پر کافی غور کیے بغیر رائے قائم کرنے کے خوگر ہیں۔ ان سے پوچھیے کہ آپ نے ساری عمر میں کتنی دفعہ قرآن کا گہرا تحقیقی مطالعہ فرمایا ہے جس کے بعد آپ اس کے بارے میں یہ فیصلہ دینے کے قابل ہوئے ہیں۔ اگر وہ ایمان داری کے ساتھ یہ تسلیم فرمالیں کہ انہوں نے اس طرح کا تحقیقی مطالعہ نہیں کیا ہے، تو ان سے گزارش کیجیے کہ تحقیق کے بغیر ایسے اہم مسائل میں صاف صاف کرنا کافی ہوش اور تعلیم یافتہ آدمی کے شایان نشان نہیں ہے۔ اور اگر ان کا دعویٰ یہ ہو کہ انہوں نے خوب تحقیق کر کے یہ رائے قائم کی ہے تو ان سے دریافت کیجیے کہ قرآن کے اندر انہوں نے وہ کون سی شہادت پائی ہے جسے دیکھ کر وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا کلام ہے۔ نیز یہ بھی دریافت کیجیے کہ قرآن کی کن کن باتوں کو انہوں نے ناقابل عمل، یا زمانہ نزول قرآن تک کے لیے قابل عمل پایا ہے۔ ان امور کی تعیین ان سے کرا لیجیے اور پھر مجھے لکھیے تاکہ میں بھی کچھ ان کے نتائج تحقیق سے استفادہ کر سکوں۔

(۴) عبادات کے بارے میں ان کے جو نظریات آپ نے بیان کیے ہیں وہ بھی سخت

ٹویدہ فکری (CONFUSED THINKING) بلکہ بے فکری کا نمونہ ہیں۔ شاید انہوں نے کبھی

اس بات پر غور نہیں کیا کہ نماز روزہ وغیرہ اعمال صرف اسی صورت میں بُرائی سے بچنے کا بہترین ذریعہ اور معاشرے کو صحیح ڈگر پر چلانے کا آلہ ہو سکتے ہیں جبکہ انہیں خلوص کے ساتھ کیا جائے، اور خلوص کے ساتھ آدمی ان پر اسی صورت میں کار بند ہو سکتا ہے جب وہ ایمان داری سے یہ سمجھتا ہو کہ خدا ہے اور میں اس کا بندہ ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی اللہ کے رسول تھے اور کوئی آخرت آنے والی ہے جس میں مجھے اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص ان سب باتوں کو خلاف واقعہ سمجھتا ہو، اور یہ خیال کرتا ہو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض اصلاح کے لیے یہ ڈھونگ رچایا ہے، تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس صورت میں بھی یہ عبادات بُرائی سے بچنے کا ذریعہ اور معاشرے کو صحیح ڈگر پر چلانے کا آلہ بن سکیں گی۔ ایک طرف ان عبادات کے یہ فوائد بیان کرنا اور دوسری طرف ان فکری بنیادوں کو خود طوطا دینا جن پر ان عبادات کے یہ فوائد منحصر ہیں بالکل ایسا ہی ہے جیسے آپ کسی کار توں سے سارا گن پاؤ ڈر کال دیں اور پھر کہیں کہ یہ کار توں شیر کے شکار میں بہت کارگر ہے۔

(۵) شیطان کے مسئلے پر ان کا اعتراض دیکھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی پوری عمر میں کبھی ایک مرتبہ بھی یہ جاننے کی کوشش نہیں فرمائی کہ قرآن مجید انسان اور شیطان کے معاملے کی کیا حقیقت بیان کرتا ہے۔ اس کو جانے بغیر انہوں نے محض کچھ سنی سنائی باتوں کی بنیاد پر اس مسئلے کا سطحی سا تصور قائم کر لیا اور اس پر اعتراض جو دیا۔ یہ اعتراض درحقیقت ان کے اپنے ہی تصور پر وارد ہوتا ہے۔ اس تصور پر اس کی کوئی زد نہیں پڑتی جو قرآن نے پیش کیا ہے۔ قرآن کا پیش کردہ تصور یہ ہے کہ خدا نے انسان کو ایک محدود نوعیت کی آزادی و خود مختاری دے کر اس دنیا میں امتحان کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور شیطان کو خود اس کے اپنے مطالبے پر یہ آزادی عطا کی ہے کہ وہ اس امتحان میں انسان کو ناکام کرنے کے لیے جو کوشش کرنا چاہے کر سکتا ہے، بشرطیکہ وہ صرف ترغیب و تحریص کی حد تک ہو۔ زبردستی اپنے راستے پر کھینچ لے جانے کے اختیارات اسے نہیں دیے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خود بھی انسان کو جبراً راہِ راست پر چلانے سے احتراز فرمایا ہے، اور صرف اس

